ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی

نظامی کی نعتوں میں سیرت کے پہلو

فارسی مثنوی گوئی میں ایک نمایاں شخصیت الیاس بن یوسف بن زکی، نظامی تخلص (۵۳۰ھ - ۵۴۰ھ/۱۱۳۵ء-۱۱۴۵ء) کے دوران گنجہ میں پیدا ہوا اور اسی نسبت سے نظامی گنجوی کہلایا۔ گنجہ اب روسی آذربائیجان میں اور "یلیسزا بتھوپول" (YELISA BETHOPOL) کے نام سے موسوم ہے۔ نظامی نے زندگی بھر، ایک چھوٹے سے سفر کے سوا، گنجہ سے قدم باہر نہیں نکالا۔ اس نے کسی صوفی بزرگ کی مریدی اختیار کی ہو یا نہ کی ہو، اتنا ضرور واضح ہے کہ اس کا تعلق تصوف سے رہا ہے اور اس نے صوفیانہ افکار اور عارفانہ اشعار سے اپنی تخلیقات کو آراستہ کیا ہے۔ خود اس کی زندگی بھی زہد و اتقا اور اعتکاف میں گذری ہے اور درباداری سے وہ دور ہی رہا ہے۔ تاریخِ ولادت کی طرح اس کی تاریخِ وفات میں بھی اختلاف ہے، تاہم سالِ وفات ۶۰۷ھ یا ۶۱۴ھ (۱۲۱۷ء) کو کسی حد تک قرینِ صحت قرار دیا جا سکتا ہے۔
گنجہ ہی میں مدفون ہوا۔ اس کا مدفن قاچاری دور میں ویرانی کا شکار ہو گیا تھا، لیکن گنجہ پر روسی قبضے کے بعد آذربائیجان کی علاقائی حکومت نے اس کی مرمت کی جس کے سبب اس کی عمارت آذربائیجانی فنِ تعمیر کا شاہکار بن گئی ہے۔ نظامی ایک دانش مند، حکیم، عارف مشرب اور گوشہ نشین انسان تھا۔ وہ اہلِ زمانہ کی صحبت سے دور رہا اور اسی گوشہ نشینی کے عالم میں اس نے اپنے حکیمانہ افکار کو شعر کے روپ میں ڈھالا۔ ایک مختصر سے دیوان کے علاوہ پانچ مثنویاں اس سے یادگار ہیں، جنھیں خمسۂ نظامی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جن کی تقلید میں بعد کے مشہور شعرا خسرو، جامی وغیرہ نے خمسے کہے۔

(۱) مخزن الاسرار (۲) خسرو و شیرین (۳) لیلیٰ و مجنون (۴) بہرام نامہ یا ہفت پیکر اور (۵) سکندر نامہ، جو دو حصوں پر مشتمل ہے: شرف نامہ اور اقبال نامہ۔ قدیم کے علاوہ جدید دور کے شعرا، ادبا اور نقادوں نے بھی نظامی کی شاعری کو زبردست خراجِ تحسین و عقیدت پیش کیا ہے۔
ایران کے مشہور مورخ، ادیب ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے اسے فارسی شاعری کا رکنِ رکین اور مسلم الثبوت استاد کہا ہے۔ اس کا شمار ان اساتذہ میں ہوتا ہے جنھوں نے فردوسی و سعدی کی طرح نئے طرز و روش کی

ایجاد و تکمیل کی۔ اس نے تمثیلی شاعری کو تکمیل کے اعلیٰ مرتبے تک پہنچایا۔ اس کی شاعرانہ خوبیاں کچھ اس طرح گنوائی گئی ہیں ؛ مناسب و برمحل الفاظ و کلمات کا انتخاب ، نئی نئی اور انوکھی ترکیبات ، ہر موقع پہ نئے اور دلچسپ مضامین و معانی کی ایجاد ، جزئیات کی تصویرکشی ، قوت تخیل ، نئے نئے اور دلچسپ استعارات و تشبیہات کا استعمال وغیرہ ۔

لفظ سیرت سارَ ، یسیرُ ، سَیرًا اور مسیرًا سے ہے اور اس کے معنی ہیں : (۱) جانا ، چلنا ، روانہ ہونا (۲) طریقہ اور مذہب (۳) سنت (۴) ہیئت (۵) حالت (۶) کردار (۷) کہانی ، پرانے لوگوں کے قصے اور واقعات کا بیان (۸) خصوصیت سے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا بیان اور بعد میں (۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کا بیان جو غیر مسلموں کے ساتھ جنگ (اور صلح) میں حضورؐ نے روا رکھا اور آخری صورت میں حضورؐ کے تمام حالات کا بیان ، دوسرے الفاظ میں سوانح عمری (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو دائرۂ معارف اسلامیہ جلد ۱۱ ، دانش گاہ پنجاب لاہور)

نظامی سے قبل فارسی مثنوی گوئی میں اس روایت کا آغاز ہو چکا تھا کہ اصل موضوع سے قبل یعنی شروع میں حمد کہی جائے ، بعد میں نعت ہو اور پھر اصل بات کی طرف رجوع کیا جائے ۔ نظامی نے اپنی پانچوں مثنویوں میں اس روایت کو برقرار رکھا ہے ۔ چونکہ وہ ایک زاہد و متقی اور صوفی و عارف تھا ، اس لیے حضورِ اکرمؐ سے اس کی عقیدت و وابستگی ایک قدرتی بات تھی ، اور اس کی یہ عقیدت اس کی نعتوں میں بھرپور انداز میں نظر آتی ہے ، جیساکہ واضح ہے نعت کہنے کے لیے انتہائی خلوصِ جذبات و احساس کی ضرورت ہے ، اس کے بغیر جو بھی نعت کہی جائے گی ، اس میں تاثیر نہ ہوگی ۔ نظامی کے یہاں جذبات کا خلوص بھی بدرجۂ اتم موجود ہے ۔

نظامی کی نعتوں میں حضورؐ نبی کریم کی سیرتِ طیبہ کے بارے میں کئی ایک اشارے ملتے ہیں ، اور ظاہر ہے چند اشعار پر مشتمل نعت میں کسی بھی پہلو کو تفصیل سے بیان نہیں کیا جا سکتا ۔ ان نعتوں میں حضورؐ کی عظمت و برتری ، ختم المرسلینی ، حضورؐ کے معجزوں ، خلقِ عظیم اور اسوۂ حسنہ ، حضورؐ کی سخاوت شجاعت اور فصاحت ، دلیری و شجاعت ، حضورؐ کا فقر وغیرہ ایسے موضوعات کو مختلف انداز میں پیش کیا گیا ہے ، جو نظامی کی بہت زیادہ معلومات اور فنی مہارت پر دال ہے ۔ ایک آدھ جگہ اس نے حضورِ اکرمؐ کو مخاطب کر کے اس وقت کے علما کی باہمی چپقلش اور اس کے نتیجے میں ملت بیضا میں پیدا ہو-

رلے انتشار و افتراق کا گہرے دکھ کے ساتھ اظہار کیا اور اس ضمن میں حضورؐ سے مدد کی التجا کی ہے۔
مت مرحومہ میں نفاق ڈالنے والے ان علمائے سُو کے خلاف نظامی کا لہجہ بڑا سخت ہے جو اس کی ملتِ اسلامیہ سے بہت زیادہ ہمدردی و وابستگی کا غماز ہے، اور اس لحاظ سے نظامی پہلا شاعر ہے جس نے نعت میں اس دکھ بھرے انداز میں ملت کے مصائب کا رونا رویا ہے۔

مثنوی لیلیٰ و مجنوں میں ایک جگہ نظامی نے حضورؐ کے خاتمِ پیغمبراں ہونے کا ذکر کیا ہے اور یہ اشارہ ذکر تشبیہات و استعارات کی صورت میں ہوا ہے۔ نظامی نے حضورؐ کے بعد میں تشریف لانے کو "حلوائے پسین" اور قدامت کو "ملحِ اوّل" ایسے استعاروں سے واضح کیا ہے۔ اسی مضمون کو وہ تازہ میوہ اور باغ اور آخری مطلوب و مقصود کے لشکر کش (رہنما) جیسے استعاروں سے بھی بیان کرتا ہے:

اے ختمِ پیغمبرانِ مُرسل | حلوائے پسین و ملحِ اوّل
نو باوۂ باغِ اولین صلب | لشکر کشِ عہدِ آخرین طلب

ہفت پیکر میں اس مضمون کو یوں ادا کیا گیا ہے کہ حضورؐ پرکار کے اوّلیں خط کے نقطہ اور تیغ و تاج کے ساتھ پیغمبروں کے بادشاہ ہیں۔ دوسرے مصرعے میں تیغ و تاج کی وضاحت کی گئی ہے۔ یعنی تیغ سے مراد حضورؐ کی شریعت اور تاج سے مراد معراجِ نبوی ہے:

نقطۂ خطِ اولین پرکار | خاتمِ آفرینشِ آخر کار
شاہِ پیغمبران بہ تیغ و بہ تاج | تیغ او شرع تاج او معراج

حضورؐ کی ذات والا صفات اکمل و افضل ہے۔ حضورؐ کی اسی عظمت و برگزیدگی کو نظامی نے تقریباً سبھی مثنویوں میں نئے نئے انداز میں بیان کیا ہے۔ حضورؐ چونکہ انسان تھے، اس لیے آپ کی وجہ سے انسان کو بھی عزت و شرف کی دولت ملی۔ حضورؐ جب معراج پر تشریف لے گئے تو حضورؐ کے دیدار سے فرشتوں کو گویا روشنیٔ چشم ملی، سدرہ نے آرائش پائی اور عرش نے حضورؐ کی پذیرائی کی۔ حضورؐ کی ذاتِ اقدس کو، خدا نے جہاں اس دنیا میں منتخب و برگزیدہ فرمایا، وہاں یہ دنیا بھی محض حضورؐ ہی کی خاطر پیدا کی۔ حضورؐ کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اہلِ فلک حضورؐ کے ادنیٰ غلام ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) حضورؐ کے لشکر کے سپہ سالار اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضورؐ کی بارگاہ کے نقیب ہیں۔ ظاہری طور پر حضورؐ چشمِ آدم کے لیے سُرمہ اور بباطن خاکِ انساں کے لیے کیمیا کی صورت تھے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے : رسولوں میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ہمارے بعض شعرا نے اس معاملے میں غلو سے کام لے کر دوسرے انبیا علیہم السلام کے بارے میں کمتر درجے کی باتیں کی ہیں۔ تاہم نظامی نے اس سلسلے میں کسی قدر بہتر انداز اپنایا ہے۔ ان اشعار میں نظامی نے جگہ جگہ مختلف صنائع سے کام لیا اور بعض حروف و الفاظ کی تکرار سے ان میں جاذبیت و دلکشی پیدا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے :

خاک ز غیلان شدہ گلشن بتو   چشم عزیزان شدہ روشن بہ تو
سدرہ ز آرایش صدرت تہیست   عرش در ایوانِ تو کرسی نہیست   (مخزن اسرار)

آنکہ این گنبد از دہ ہرش   وین جہان آفرید از بہرش
حلقہ داران چرخِ کحلی پوش   در رہ بندگیش حلقہ بگوش   (ہفت پیکر)

سر و سرہنگ میدانِ وفا را   سپہ سالار سرخیل انبیا را
بمعنی کیمیاے خاک آدم   بصورت توتیاے چشم آدم
خلیل از خیل داران سپاہش   مسیح از چاؤشان بارگاہش   (خسرو و شیرین)

حضورؐ سرورِ کونین کے خلق کو خلقِ عظیم کہا گیا ہے ، اس لیے کہ حضورؐ نے دشمنوں کے ساتھ بھی اور ان لوگوں کے ساتھ بھی جنھوں نے حضورؐ پر پتھر برسائے ، شفقت و محبت ہی کا سلوک کیا۔ اس سلسلے میں مشہور صوفی حضرت شرف الدین یحییٰ منیری کی یہ بات بڑی پتے کی ہے کہ " اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی معجزہ نہ بھی ہوتا تو بھی حضورؐ کے اوصافِ حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ ہی حضور کی نبوت کے شاہد کافی ہوتے " (دربار ملی اردو ترجمہ ۱۷۵)۔ شعرا نے بھی اس موضوع کو لیا اور اپنے اپنے شعور و اہلیت کی بنا پر اظہارِ خیال و جذبہ کیا ہے۔ چنانچہ نظامی نے اپنی مثنویات میں استادانہ مہارت اور جذبے کے خلوص کے ساتھ حضورؐ کے خلقِ عظیم کی بعض جھلکیاں پیش کی ہیں۔ حضورؐ کا سلوک یوں تو ہر ایک کے ساتھ نہایت اچھا تھا لیکن یتیموں کے ساتھ حضورؐ کو کچھ زیادہ ہی اُنس تھا۔ نظامی اس پہلو کی طرف اشارہ کر کے لفظ "یتیم" پر اس طرح کھیلا ہے کہ حضورؐ کو دُرِّ یتیم (قیمتی موتی) اسی وجہ سے کہا گیا ، کیونکہ حضورؐ یتیموں پر بہت نوازش فرماتے تھے :

یتیماں را نوازش در نسیمش   از ینجا نام شُد دُرِّ یتیمش

Dr. Zakir Husain Library Jamia Nagar J. M. I. New

اقبال نے ایک قرآنی آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے :

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم　　رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

نظامی نے حضورؐ کے اخلاق کے اس پہلو کو مندرجہ بالا صراحت کے ساتھ تو نہیں، البتہ "گاہ" کے استعمال سے واضح کیا ہے۔ اس کے مطابق حضور صاحب ہمت و سخا اور سراپا رحمت ہیں اور شیر کی طرح تیز بھی، کبھی تو حضورؐ کی زبانِ مبارک کلید کی مانند ہے کہ لوگوں کے دکھوں کا مداوا فرماتی ہے اور کبھی تلوار کی طرح ہے۔ اسی موضوع کو مثنوی ہفت پیکر میں اس نے یوں بیان کیا ہے کہ ایک طرف تو قہر کے سبب تلوار سے خونریزی ہے اور دوسری طرف مرہم (دلجوئی) کی خاطر حضورؐ رفق و نرمی سے کام لیتے ہیں۔ حضور کا یہ مرہم (خوش خلقی) دل تنگ و پریشان حال لوگوں کی دل نوازی کرتا ہے جبکہ حضورؐ کا لوہا (تلوار) سنگ دلوں کے پاؤں کی بیڑی ہے، یا انھیں مٹا دینے والا ہے۔ اسی طرح ہفت پیکر کے ان دو شعروں سے پہلے دو اشعار میں بھی اس نے اس ضمن میں کہا ہے کہ جو کوئی حضورؐ سے متصادم ہوا اسے حضورؐ نے پست کر دیا اور جو کوئی گر پڑا (مصیبت میں گرفتار ہوا)، حضورؐ نے اس کا ہاتھ تھاما، اس کی دلجوئی کی۔ حضورؐ نے بُروں کو اچھا کر دیا لیکن دوسری طرف بدگوہروں پر قہر بھی فرمایا :

جوانمرد و رحیم و تند چون شیر　　زبانش گہ کلید و گاہ شمشیر　　(خسرو و شیرین)

ہر کہ برخاست می فگندش پست　　و آنکہ افتاد می گرفتش دست

نانکو را ہم او نکو می کرد　　قہر بدگوہران ہم او می کرد

تیغ ازیں سو بقہر خونریزی　　رفق از آن سو بمرہم آمیزی

مرہمش دلنوازِ تنگدلان　　آہنش بند پای سنگدلان　　(ہفت پیکر)

حضورؐ اکرم کی شیریں گفتاری اور دوسروں کے ساتھ غم گساری و ہمدردی کے بیان میں نظامی نے پھر تشبیہات و استعارات کا سہارا لیا ہے۔ کہتا ہے : حضورؐ اپنے لب مبارک وا فرمائیں تاکہ سامعین حضورؐ کی چاشنی گفتار سے لذت اندوز ہوں اور حضورؐ کے آبِ دہان سے کہ تازہ کھجور کی مانند ہے، حظ اٹھائیں۔ حضورؐ کا سانس اور دم گونگوں کو زبان عطا کرنے والا اور زخمی دلوں کے لیے شفا بخش مرہم ہے :

لب بگشا تا ہمہ شکر خورند　　ز آبِ دہانت رطب تر خورند

اے نفست نطقِ زباں بستگاں مرہمِ سودائے جگر خستگاں (مخزن اسرار)

حضور اکرمؐ کبھی کھلکھلا کر نہیں ہنستے تھے، صرف تبسم زیرِ لب یا محض تبسم فرماتے۔ نظامی نے اس کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ حضورؐ اس لیے کھل کر نہیں ہنستے تھے کہ حضورؐ نہیں چاہتے تھے، اس طرح صدف کی آبرو جاتی رہے۔ یعنی جب حضورؐ ہنسیں گے تو دندان مبارک چمکیں گے اور یوں صدف کی چمک ان کے آگے ماند پڑ جائے گی۔ نظامی نے اس طور جہاں حضورؐ کے خلق کا ایک پہلو پیش کیا ہے وہاں حضورؐ کے دندانِ مبارک کی بھی تعریف کر دی:

خندۂ خوش زاں نزدے شکرش تا نبرد آب صدف گوہرش (مخزن الاسرار)

حضور اکرمؐ نے کبھی کسی کا دل نہ دکھایا۔ نظامی نے اسی پہلو کا ذکر استعارے کی زبان میں کرتے ہوئے غزوۂ اُحد میں حضورؐ کے دندان مبارک کی شہادت کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ کہتا ہے:

جب حضورؐ کے گہر (دانت) نے کسی پتھر کے دل کو زخمی نہیں کیا تو پھر پتھر نے حضورؐ کے مبارک دانت کو کیوں شہید کیا:

چوں گہر او دلِ سنگے نہ خست سنگ چرا گوہر او را شکست

نظامی نے حضور اکرمؐ کے بعض معجزوں کی طرف بھی اشارے کیے ہیں۔ جن میں ستون حنانہ (بہت زیادہ گریہ کرنے والا ستون)، شق القمر، کنکریوں کی گواہی اور سوکھے درخت کا پھل دینا وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک موقع پر اصحاب رسول اکرمؐ نے حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ اب چونکہ مسجد میں لوگ زیادہ جمع ہونے لگے ہیں، اس لیے حضورؐ کا چہرہ مبارک نظر نہیں آتا۔ صحابۂ کرام کی اس گزارش پر اس ستون کے قریب، جس کے سہارے حضورؐ بیٹھ کر وعظ فرمایا کرتے تھے، منبر بنا دیا گیا تاکہ فخر موجودات اس پر تشریف فرما ہو کر وعظ فرمایا کریں اور حاضرین آوازِ مبارک سننے کے ساتھ ساتھ چہرہ مبارک بھی دیکھ سکیں، اور یوں اس ستون سے حضورؐ کا تعلق کٹ گیا، جس کا ستون نے بہت زیادہ اثر لیا۔ چنانچہ وہ حضورِ اکرم کے فراق میں انسانوں کی طرح کچھ اس طرح نالہ وزاری کرنے لگا کہ ہر پیر و جوان کو اس کی خبر ہو گئی۔ صحابہ کرامؓ بڑے حیران ہوئے کہ ستون کا یہ رونا کس باعث ہے۔ حضورؐ نے لکڑی کے اس ستون سے اس نالہ کا سبب پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں حضورؐ کی مسند تھا، حضورؐ نے مجھ سے قطع تعلق کر کے منبر کو مسند بنا لیا۔ اس پر حضورؐ نے اس کے لیے

ہمیشہ کی سرسبزی کی دعا فرمائی۔ اس ستون کو زمین میں دفنا دیا گیا تاکہ قیامت کے روز اسے بھی انسانوں کی طرح اٹھایا جائے۔ نظامی نے ایک ہی شعر میں ایک تو اس معجزے کا ذکر کیا ہے اور وہ اس طرح کہ حضورؐ اکرم جو اس ستون کا سہارا لیتے رہے تو اس کی بدولت وہ صاحبِ شعور وخرد بن گیا؛ اور دوسرے شق القمر کا:

ستون شد خرد مند از پشت او مہ انگشت کش گشت ز انگشتِ او

شق القمر کو ایک اور شعر میں اس طرح بیان کیا ہے کہ حضورؐ نے اپنی انگشت مبارک کے لیے ناخن بنانے کی خاطر چاند کے سیب کو اپنی مٹھی میں دو لخت کر دیا۔ یہ بالکل اچھوتا مضمون ہے:

کردہ ناخن برائے انگشتش سیبِ مہ را دو نیمہ در مشتش (ہفت پیکر)

سیب را کو ز قطع بیم بود ناخن دوستان دو نیم بود

حضورؐ کی تبلیغ کا ذکر کرتے ہوئے نظامی نے کنکریوں کی گواہی کے بارے میں نہ تو کوئی تفصیل دی ہے اور نہ کسی خاص مضمون آفرینی اور تشبیہ و استعارہ سے کام لیا ہے، بس سیدھی سادی بات کہہ دی ہے:

فراخی بدو دعوت تنگ را گواہی براعجازِ او سنگ را

مثنوی خسرو وشیریں میں ایک جگہ صرف اتنا کہا ہے کہ حضورؐ نے اپنے معجزے سے بدگمانوں کو شرمسار کر دیا اور اس طرح ان سنگدلوں کو غمگین ہونا پڑا:

بمعجز بدگمانان را خجل کرد جہانِ سنگ دل را تنگدل کرد

کہتے ہیں حضورؐ اکرم کا سایہ نہ تھا۔ نظامی نے اس کی توجیہ یہ پیش کی ہے کہ حضورؐ کا سایہ اس لیے نہیں ہے کہ حضورؐ چاند کا نور ہیں۔ پھر اسی "سایہ" سے استفادہ کرتے ہوئے وہ گویا اپنی پہلی رائے کا توڑ کرتا ہے یعنی اس سے بہتر قرار دیتا ہے۔ جب وہ کہتا ہے کہ حضورؐ تو نورِ خداوندی کا سایہ ہیں، چاند کا نور تو کچھ بھی نہیں:

سایہ نداری کہ تو نور مہی بلکہ تو خود سایۂ نور الٰہی (مخزن اسرار)

احمد ندیم قاسمی صاحب نے اس ضمن میں بڑا دلکش مضمون نکالا ہے:

لوگ کہتے ہیں کہ سایہ تیرے پیکر کا نہ تھا میں تو کہتا ہوں جہاں بھر پہ ہے سایہ تیراؐ

ہفت پیکر میں نظامی نے اس ضمن میں نیا مضمون پیدا کیا ہے۔ کہتا ہے کہ حضورؐ کی ذات گرامی ایسی تھی جس کی بدولت سائے کو روسفیدی (عزت و توقیر) حاصل ہوئی، یعنی یہ سایہ ہوتا تو زمین پہ پڑتا، اور یہ اس کی تحقیر ہوتی۔ پھر وہ کہتا ہے کہ سائے کی بات چھوڑو، سائے کی کیا حقیقت ہے اور وہ بھی خورشید (حضورؐ) کے سامنے؟ اس شعر میں اس نے دو جگہ صنعت تضاد سے کام لیا ہے:

آنکہ زو گشت سایہ روے سفید   چہ سخن سایہ و آنگہے خورشید

حضورؐ اکرم نے کسی استاد سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ اسی وجہ سے حضورؐ کو "اُمّی" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ مثنویات نظامی میں اس پہلو پر بھی مختلف انداز میں اظہار خیال ہوا ہے۔ مخزن اسرار میں نظامی نے لفظِ اُمّی تو استعمال نہیں کیا، البتہ توجیہات پیش کر کے اس طرف اشارہ کر دیا ہے۔ کہتا ہے کہ حضورؐ کی انگشتِ مبارک نے حرف پر اس لیے پاؤں نہ رکھا تاکہ حضورؐ کا حرف (تعلیم) انگلی کو نہ گھسائے یعنی کسی کے لیے محلِ نظر و اعتراض نہ ٹھہرے۔ پھر وہ مزید وضاحت کرتا ہے کہ حصولِ تعلیم کے لیے (پڑھتے وقت) ہر حرف پر انگلی رکھی جاتی ہے، لیکن حضورؐ کے حروف (تعلیم) انگلی کی اس زحمت سے بے نیاز ہیں:

زان نہ زد انگشت تو بر حرف پاے   تا نشود حرفِ تو انگشت ساے

حرف ہمہ خلق شد انگشت رس   حرفِ تو بے زحمتِ انگشت بس

ہفت پیکر میں صرف اس لقب سے یاد کر کے حضورؐ کی ذات والا صفات کو عرش و فرش کے لیے بہت بڑا سرمایہ قرار دیا ہے۔ ہر چند حضورؐ اُمی تھے لیکن حضورؐ کی فصاحت بے مثال تھی۔ نظامی نے صرف مثنوی لیلیٰ و مجنون میں ایک جگہ اس کا ذکر کیا ہے:

اے قائم افصح القبائل   یک رحمتی اوضح الدلائل

حضورؐ جیسی اُمّی ذات گرامی کے آگے عقل و خرد بے بس، زار و زبوں اور عاجز ہے۔ سوائے سکندر نامہ کے باقی چاروں مثنویوں میں نظامی نے اس مضمون کو بدل بدل کر بیان کیا ہے۔ مخزن اسرار میں خرد کو حضورؐ کی خاک کہہ کر دونوں جہانوں کو حضورؐ کی ذات والا کا گرویدہ قرار دیا ہے۔ اس مثنوی میں تین دوسرے مقامات پر عقل کو حضورؐ کے روے مبارک کا شیفتہ اور حضورؐ کو طبیب اور عقل کو شفا کی طالب کہا ہے اور یہ کہ عقل و خرد نے جو کفر و ضلالت اور جہل کے دریا میں ڈوبی ہوئی تھی حضورؐ کی

شرع کی برکت سے اپنی کشتی کو حیرانی کے بھنور سے نکال لیا:

احمدِ مرسل کہ خرد خاکِ اوست | ہر دو جہاں بستۂ فتراکِ اوست
عقل شدہ شیفتۂ روے تو | سلسلۂ شیفتگاں موے تو
عقل شفاجوی و طبیبش توئی | ماہ سفر سازو غریبش توئی
عقل بشرعِ تو ز دریاے خون | کشتیِ جاں بردہ بساحل بروں

لیلیٰ و مجنون میں بھی کوئی چار مرتبہ حضورؐ کے مقابلے میں عقل کی زبونی وغیرہ کا بیان ہے۔ ایک جگہ حضورؐ کو ملکِ ہستی کا شاہسوار کہہ کر حضورؐ کی عقل پر بالادستی کو "سلطانِ خرد" کے لقب سے واضح کیا ہے۔ دوسرے مقام پر ہر اس عقل کو بیکار اور فضول قرار دیا ہے جس کا تعلق حضورؐ سے نہیں۔ پھر یہ کہا ہے کہ عقل حضورؐ کے خوان سے لقمے اٹھانے والی ہے، اور یہ کہ عقل اگرچہ ایک عجیب خلیفہ ہے لیکن اگر وہ دینِ محمدیؐ سے اپنا تعلق نہیں رکھتی تو اس کی خلافت کسی مؤید کی مہر سے عاری ہے:

اے شاہسوارِ ملکِ ہستی | سلطانِ خرد بہ چیرہ دستی
ہر عقل کہ بے تو، عقل بردہ | ہر جان کہ نہ زندہ با تو، مردہ
اے عقل نوالہ پیچِ خوانت | جان بندہ نویسِ آستانت
عقل ارچہ خلیفۂ شگرف است | بر لوحِ سخن تمام حرف است
ہم مُہرِ مؤیدی ندارد ... | تا دینِ محمدیؐ ندارد

مثنوی ہفت پیکر میں حضورؐ کو عقل کا "دُرّۃ التاج" کہا گیا ہے جبکہ خسرو و شیریں میں اس بات کا اظہار ہے کہ حضورؐ نے جہاں شرع کی وجہ سے نبوت کو ایک نیا پن عطا کیا وہاں خرد کو اس (شرع) کی پناہ میں چلنا سکھایا:

ز شرعِ خود نبوت را نوی داد | خرد را در پناہش پیروی داد

دو ایک مثنویوں میں حضورؐ کی عصمت کا بھی ذکر ہے۔ عصمت کے لغوی معنی خود کو کبیرہ وغیرہ گناہوں سے محفوظ رکھنا ہے، اور ظاہر ہے حضور اکرم الیسی ذاتِ اکمل سے بڑھ کر اور کون با عصمت ہو سکتا ہے۔ حضورؐ سراپا عصمت تھے۔ نظامی نے اس موضوع کو اس رنگ میں پیش کیا ہے کہ اہلِ عصمت حضورؐ کے حرم میں اہلِ پردہ ہیں اور عصمت کی پرورش حضورؐ ہی کے مبارک ہاتھوں انجام پذیر

ہوئی ہے۔ دوسرے لفظوں میں حضورؐ کے مقابلے میں بڑے بڑے اصحاب عصمت کم تر تھے۔

عصمتیاں در حرمش پردگی — عصمت از و یافتہ پروردگی (مخزن اسرار)

حضورؐ اکرم کی کریمی اور جودت و سخاوت کی بھی کوئی انتہا نہ تھی۔ نظامی نے حضورؐ کی سیرتِ مبارکہ کے اس اہم پہلو کو مختلف انداز میں پیش کیا ہے۔ بعض مقامات پہ ایک مصرع میں سخاوت کا ذکر ہے تو دوسرے میں حضورؐ کی شجاعت و فتح مندی کا تذکرہ۔ اور اس ایک ایک مصرعے میں سخاوت کا بیان اس طرح کر گیا ہے کہ وہ کئی صفحات پر بھاری ہے۔ شرف نامہ (سکندر نامہ کا پہلا حصہ) میں وہ ایک جگہ کہتا ہے کہ میں کیا بتاؤں کہ حضور سخاوت و عطا کا کیسا سمندر تھے، گویا خوب برسنے والا بادل تھے۔ یعنی جس طرح بارش زمینوں وغیرہ کو خوب سیراب کرتی ہے، حضور اپنی نوازشوں سے سائلوں اور اہلِ حاجت کو سیر فرما دیتے تھے۔ اسی مثنوی میں ایک اور شعر ہے جس کا مطلب ہے کہ حضورؐ نے اس قدر موتی لٹائے کہ ایک دنیا ان سے آراستہ ہوگئی۔ ایک جگہ وہ حضورؐ کو کلیدِ کرم کے لقب سے یاد کرتا ہے، گویا حضورؐ ہی کی ذاتِ اقدس کی بدولت کرم و بخشش کا وجود ہے، بصورتِ دیگر اس نام کی کوئی چیز نہ ہوتی، اگر ہوتی تو بند تالے کی طرح کہیں مخفی ہوتی۔ لیلیٰ و مجنون میں حضورؐ کو جود و سخا کے مُلک کا مالک کہا گیا ہے، ایسی ذات جو مقصودِ جہاں تھی بلکہ خود جہان مقصود تھی۔ یہ کائنات اور اس میں موجود سب کچھ حضورؐ ہی کے لیے پیدا کیا گیا، اسی لیے بخشش و کرم کا خوان صرف حضورؐ تک ہی پہنچا، یعنی حضورؐ کی بدولت جود و عطا وجود میں آئی اور حضور پر ہی ختم ہوگئی اور کوئی اس مقام تک نہ پہنچ پایا:

محیطے چہ گویم چو بارندہ میغ — بیکدست گوہر بہ یکدست تیغ
بگوہر جہان را بیاراستہ — بہ تیغ از جہان دادِ دین خواستہ
کلیدِ کرم بود در بدو کار — کشادہ بدو قفلِ چندین حصار (شرفنامہ)
صاحبِ طرفِ ولایتِ جود — مقصودِ جہان، جہان مقصود
از بہر تو جملہ آفریدہ — خوانِ کرمش بتو رسیدہ (لیلیٰ و مجنون)

حضورؐ کا ارشاد ہے: "الفقر فخری"۔ حضورؐ کے اس ارشاد کی روشنی میں نظامی نے دو تین جگہ نئے نئے مضامین پیدا کیے ہیں۔ قدیم زمانے میں رواج تھا کہ لوگ اپنی دولت اور خزانہ وغیرہ وغیرہ

کسی ویرانے میں لے جا کر زمین میں دبا دیتے تھے تاکہ چوروں سے محفوظ رہے۔ بعد میں وہ حسب ضرورت اس میں سے نکالتے رہتے۔ نظامی مخزن الاسرار میں اسی رواج کو سامنے رکھتے ہوئے حضورؐ کو ایک ایسا خزانہ قرار دیتا ہے جو اب زمین میں دفن ہے۔ پہلے تو وہ حضورؐ کو "دو جہاں" قرار دے کر استفسار کرتا ہے کہ حضورؐ کس لیے زیر زمین خزانے کی طرح تشریف فرما ہیں۔ پھر خود ہی کہتا ہے کہ چونکہ حضورؐ پاک خزانہ ہیں، اس لیے حضورؐ کو تہ خاک دفن ہونا لازمی ہے، اور اس کے بعد وہ خزانے کے لیے حضورؐ کے فقر کو ویرانہ قرار دیتا ہے، اور اس سے اس کی مراد مذکورہ ارشاد نبویؐ ہی ہے۔ گویا نظامی نے اس بات کو ثابت کرنے کے لیے پہلے ایک ماحول تیار کیا ہے اور پھر دلیل کے ساتھ اس کی تصدیق کی ہے:

اے دو جہانؐ زیر زمین از چہ ای　　　گنج تہ خاک نشین از چہ ای

تا تو بخاک اندری اے گنج پاک　　　شرط بود گنج سپردن بخاک

گنج ترا فقر تو ویرانہ بس　　　شمع ترا ظل تو پروانہ بس

ہفت پیکر میں بھی اس نے فقر اور فخر کی بات کی ہے۔ کہتا ہے حضورؐ کی ذات الیسی تھی جسے فقر کا رنج نہیں بلکہ اس پر فخر تھا۔ اس بات میں ذرا سی تبدیلی لا کر وہ حضورؐ کے غنی ہونے کا ذکر اس طرح کرتا ہے کہ فقر کی کیا بات کرتے ہو، حضورؐ کے پاس تو بہت سے خزانے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر چند حضورؐ نے فقر کو پسند فرمایا لیکن حضورؐ اپنی طبع فیاض کے سبب گویا بے شمار خزانوں کے مالک تھے:

آنکہ از فقر فخر داشت نہ رنج　　　چہ حدیث است فقر و چندین گنج

سکندر نامہ میں براہ راست تو فقر کا ذکر نہیں ہے، البتہ حضورؐ کو ایسا سلطان کہا گیا جو تہی دست اور گدڑی پوش ہے اور یہ کہ حضورؐ غلامی کو خریدنے اور بادشاہی کو بیچنے والے ہیں۔ یہاں بھی مقصد یہی ہے کہ حضورؐ گدڑی پوش اور تہی دست ہوتے ہوئے بھی اس قدر برتر و اعلیٰ اور افضل و اکمل ہیں کہ یہ سلطانی و بادشاہت حضورؐ کے سامنے ہیچ اور بے کار ہیں،

تہی دست سلطان پشمینہ پوش　　　غلامی خرد بادشاہی فروش

مخزن اسرار میں اسی مضمون کو ذرا پیچ دار انداز میں پیش کیا ہے۔ کہنا اس نے یہ چاہا ہے کہ ہر چند حضورؐ کو دونوں جہانوں کی دولت و سلطنت حاصل تھی لیکن حضورؐ نے اس پر توجہ نہ فرمائی اور نہ اس

ضمن میں کسی قسم کی بڑائی کا اظہار کیا:

کبر جہاں گرچہ بسر در نکرد   سر ز جہان ہم بجہان بر نکرد

حضورؐ کی ذات والاصفات قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت فرمائے گی، اسی بنا پر حضورؐ کو شفیع المذنبین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ نظامی نے بھی خسرو و شیرین اور خرد نامہ (سکندر نامہ کا دوسرا حصہ) میں اس طرف مختصر انداز میں اشارے کیے ہیں۔ مثلاً یہ کہ قیامت تک حضورؐ کی زبان مبارک پر "اُمتی اُمتی" ہوگا۔ حضورؐ گنہگاروں کے شفاعت خواہ ہیں۔ حضورؐ کی ذات گرامی ہمیں دوزخ ایسی بری جگہ سے نجات دلانے اور بہشت جیسی شاندار جگہ میں پہنچانے والی ہے:

مرقع بر کشِ نر مادۂ چند   شفاعت خواہ کار افتادۂ چند

بصر در خواب و دل در استقامت   زبانش اُمتی گو تا قیامت

رسانندہ ما را بخرم بہشت   رہانندہ از دوزخ تنگِ زشت

نظامی کی نعتوں میں حضورؐ کے بشیر و نذیر ہونے کے علاوہ سیرتِ مطہرہ کے بعض دوسرے پہلوؤں کا بھی مختصراً تذکرہ ہے۔ یہاں صرف ان چند پہلوؤں کے بیان پر اکتفا کیا گیا ہے۔